کیاہم میں کشمیر کو بزورِ شمشیر حاصل کرنے کی جرأت رندانہ موجود ہے؟

غور طلب بات یہ ہے کہ آخر ہم کیمپ ڈیوڈ اور اوسلو طرز کے معاہدوں پر کیوں مجبور ہوئے ہیں؟

ملک کے اسلامی تشخص کو مضبوط کئے بغیر بھارت سے مصالحت اور دوستانہ تعلقات استوار کرنا خودکشی کے مترادف ہے

ہمارا اصل جرم یہ ہے کہ استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے بعد کسی اسلامی ملک نے اپنا قبلہ درست نہیں کیا

پاکستان اور بھارت کے مابین مفاہمت کی کوشش کے حوالے سے قوم دو طبقات میں منقسم ہو چکی ہے

مسئلہ کشمیر کو تقسیم ہند کے نامکمل ایجنڈے کی حیثیت سے حل کیا جائے

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ظلہ کے ۱۹/ فروری ۹۹ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب : نعیم اختر عدنان

خطبۂ مسنونہ' تلاوتِ آیات اور ادعیۂ ماثورہ کے بعد فرمایا : پاکستان اور بھارت کے مابین مفاہمت اور دوستانہ تعلقات کا قیام اس وقت ملکی سطح پر بحث و مباحثہ کا اہم ترین موضوع بن چکا ہے۔ موجودہ حکومت نے پہلے سے جاری کرکٹ ڈپلومیسی کو نہ صرف جاری رکھا ہوا ہے بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر "بس ڈپلومیسی" کا بھی آغاز کر دیا ہے۔ اس کا نقطۂ عروج بھارتی وزیر اعظم کی پاکستان یاترا ہے جو بلاشبہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ پاکستان اور بھارت کے مابین تعلقات کے حوالے سے پوری قوم دو طبقات میں منقسم ہو چکی ہے۔ ایک طرف حکومت وقت ہے' جو مسلم لیگ پر مشتمل ہے' اس کے پاس کارکنوں کا بڑا حلقہ موجود ہے۔ پھر پارلیمانی اپوزیشن ہے جو پیپلز پارٹی پر مشتمل ہے۔ پاک بھارت تعلقات کے حوالہ سے اس وقت پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ دونوں میں گٹھ جوڑ ہو چکا ہے' گویا اس حوالے سے حکمران اور اپوزیشن دونوں کی پالیسی یکساں ہے لہٰذا یہ دونوں جماعتیں عملاً ایک فریق بن چکی ہیں۔

دوسرے فریق میں اکثر و بیشتر ملک کی دینی و مذہبی جماعتیں شامل ہیں' جن کی نمائندگی یا سربراہی اس وقت جماعت اسلامی کر رہی ہے' البتہ ان دینی جماعتوں میں سے ایک جماعت یعنی جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) اس گروپ میں شامل نہیں ہے۔ روزنامہ نوائے وقت اگرچہ ایک قومی روزنامہ ہے مگر درحقیقت یہ ایک ادارہ ہے' جسے محض ایک اخبار قرار دینا درست نہ ہو گا۔ نظریہ پاکستان کا سب سے اولین' قدیم ترین اور سب سے بڑھ کر پرچارک اور علمبردار نوائے وقت ہی ہے۔ نوائے وقت نے نہ صرف تحریک پاکستان میں بڑا اہم اور گراں قدر کردار ادا کیا' بلکہ قیام پاکستان کے بعد بھی نوائے وقت کا کردار نظریۂ پاکستان کے حوالے سے نہ تو کبھی مشکوک ہوا

منبر و محراب

اور نہ کبھی مبہم رہا۔ دو قومی نظریئے پر نوائے وقت کا مؤقف بڑا اٹل اور دوٹوک رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حوالے سے نوائے وقت نے کبھی کسی لچک کا مظاہرہ نہیں کیا۔ چنانچہ یہ محض ایک اخبار ہی نہیں بلکہ ایک مکتبۂ فکر کی حیثیت رکھتا ہے۔ نوائے وقت نے واجپائی کی آمد کے حوالے سے اپنی ۱۶/ فروری کی اشاعت میں جو اداریہ تحریر کیا تھا' اُسے جماعت اسلامی کی طرف سے دو لاکھ کی تعداد میں خصوصی اہتمام کے ساتھ لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔ گویا اس مسئلے پر دینی جماعتیں اور نوائے وقت "یکجان" ہو گئے ہیں۔ ملک کی بعض اہم شخصیات بھی اسی مکتبۂ فکر میں شامل ہیں' جن میں جنرل (ر) حمید گل کی شخصیت سب سے نمایاں ہے۔ جنرل صاحب صوم و صلوٰۃ کے پابند مسلمان ہیں۔ ان کی حب الوطنی' قوم سے محبت اور ملک سے وفاداری ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ ۱۶/ جنوری کو جنرل حمید گل کا جو طویل مقالہ "نوائے وقت" سمیت کئی ایک اخبارات میں شائع ہوا اس میں جنرل حمید گل نے قومی و ملی غیرت و حمیت کو بڑی دل سوزی سے للکارا ہے۔ ایک پکار اور دہائی ہے جو پاکستان کی بقا اور اس کے استحکام کے حوالے سے ان کے دل سے نکلی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ بہرکیف دینی جماعتوں' نوائے وقت اور جنرل (ر) حمید گل پر مشتمل مکتبہ فکر کے مطابق بھارت سے مفاہمت اور دوستانہ تعلقات کی کوشش ۸۰ ہزار شہدائے کشمیر کے خون سے غداری کے مترادف ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کشمیریوں نے حق خود ارادیت کے حصول کے لئے جو قربانیاں دی ہیں' وہ دنیا کی کسی دوسری قوم سے کم نہیں ہیں۔ آزادیٔ کشمیر کی تحریک میں شہداء کے خون کے ساتھ ساتھ ہزاروں کشمیری خواتین کی عصمتیں بھی لٹ چکی ہیں۔ چنانچہ بھارت سے مفاہمت کشمیری مسلمانوں کے خون سے بھی بے وفائی ہے اور کشمیری خواتین کی عصمتوں کی پامالی سے بھی غداری ہے۔ مزید یہ کہ بابری مسجد کی پامالی اور شہادت سے بھی پہلو تہی اور اعلانِ براءت ہے۔ اس لئے کہ بی جے پی ہی نے بابری مسجد کو شہید کیا تھا' اب اسی جماعت کے رہنما کے استقبال کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے ہو رہی ہیں۔ ۲۰/ فروری کو بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی کو خوش آمدید کہا جائے گا' اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے جائیں گے اور اس کے اعزاز میں دعوتیں سجائی جائیں گی۔

حکومت کی اس پالیسی کے بارے میں بجا طور پر گمان ہو رہا ہے کہ اس نے کشمیر پر "کیمپ ڈیوڈ" یا "اوسلو"

طرز کا کوئی خفیہ معاہدہ کر لیا ہے۔ جنرل (ر) حمید گل کے خیالات و جذبات سے میں خود بہت متاثر ہوا ہوں۔ جنرل حمید گل کی یہ قومی للکار پاکستان کی قومی تاریخ کے ۳۴ سال قبل وقوع پذیر ہونے والے ایک واقعے سے بہت مشابہ ہے۔ جنرل ایوب خان کے دور میں جب تاشقند کا معاہدہ ہوا تھا' جسے تاشقند کے راز کی حیثیت سے بھٹو صاحب نے بہت اچھالا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بھٹو صاحب کے تھیلے سے تاشقند کی بلی کبھی باہر نہ آسکی! بہرحال اس وقت بھٹو نے پاکستان اور پاکستانیت کے حوالے سے جو پکار لگائی تھی' اسی کی صدائے بازگشت جنرل حمید گل کے خیالات میں نظر آرہی ہے۔ جنرل صاحب نے علامہ اقبال کے ایک مصرع کو اپنے مضمون کی اہم بحث کا عنوان بنایا ہے کہ "حیات جاوداں اندر ستیزاست" کہ حیاتِ ابدی تو معرکہ آرائی' جنگ اور تصادم میں پنہاں ہے نہ کہ مصالحت میں! گویا کشاکش جاری رہے گی تو ہم زندہ رہیں گے۔ اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ بھارت کے ساتھ تصادم اور کشاکش ہی میں پاکستان کی بقا پوشیدہ ہے جبکہ بھارت کے ساتھ مفاہمت و مصالحت اور دوستی میں پاکستان کیلئے کئی طرح کے اندیشے اور خطرات پنہاں ہیں۔

بھارتی وزیر اعظم کی آمد پر جماعت اسلامی اپنے احتجاج کو اگر کسی اسلامی انقلاب کی تمہید سمجھتی ہے تو یہ رائے صحیح نہیں ہے' اس لئے کہ حقیقی اسلامی انقلاب کیلئے جب بھی احتجاجی تحریک برپا ہوگی تو کسی دینی مسئلہ پر۔ مگر موجودہ صورتحال میں ایسا نہیں ہے۔ بھارت کے ساتھ مصالحت اور مفاہمت دینی مسئلہ نہیں ہے اور پھر اسے حرام یا ناجائز بھی قرار نہیں دیا جاسکتا! ایسی احتجاجی تحریک بھی صرف اسی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے جب کہ وہ اس وقت شروع کی جائے جب مخلص اور تربیت یافتہ کارکنوں کی ضروری تعداد مہیا ہو چکی ہو۔ ایسی جماعت کے ارکان اپنی ذات پر اور اپنے گھر میں اللہ کا دین نافذ کر چکے ہوں کہ ع "شرط اول قدم این است کہ مجنوں باشی"۔ ان مراحل کو طے کئے بغیر نفاذ اسلام کے نعرے بلند کرنا اور اس کیلئے تحریکیں چلانا' اسلام کی خدمت کی بجائے اسے بدنام کردینے کا موجب قرار پائے گا۔

ان شرائط کو پورا کئے بغیر چلائی جانے والی تحریک فساد تو پیدا کر سکتی ہے مگر کوئی مثبت اور نتیجہ خیز تبدیلی نہیں لا سکتی۔ اگر کسی شخص کی یہ رائے ہے کہ اس کے پاس لاکھوں کی تعداد میں تربیت یافتہ کارکن موجود ہیں تو پھر اسے مزید تاخیر کی بجائے تحریک کا آغاز کر دینا چاہئے' لیکن یہ تحریک کسی وقتی ایشو پر نہ اٹھائی جائے بلکہ اس کے لئے کسی دینی مسئلہ ہی کو بنیاد بنایا جائے۔ مثال کے طور پر سودی نظام کے خلاف تحریک منظم کی جاسکتی ہے کہ یہ ایک خالص دینی مسئلہ ہے۔ اسی طرح بے پردگی اور فحاشی و عریانی کا مسئلہ بھی کم اہم نہیں ہے۔ کسی وقتی قومی یا سیاسی مسئلے کی بجائے خالص دینی مسئلہ پر اگر تحریک منظم کی جائے تو ان شاء اللہ ایسی تحریک کا تنظیم اسلامی بھی بھرپور ساتھ دے گی۔

اصل غور طلب بات یہ ہے کہ آخر کیمپ ڈیوڈ اور اوسلو طرز کے معاہدوں پر ہم کیوں مجبور ہوئے ہیں؟ کیا مصری قوم بزدل تھی؟ کیا جمال عبدالناصر ہی وہ شخص نہیں تھا جس نے انگریزوں کو بحیرۂ روم میں اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ اسرائیل کے ساتھ ۶۷ء کی جنگ بھی مصر ہی نے شروع کی تھی' اگرچہ اس جنگ میں مصر کو شرمناک ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن اس ہزیمت اور شکست کے بدنما داغ کو مصریوں نے ۷۳ء کی جنگ رمضان میں اپنی پیشانی سے دھو دیا۔ امریکہ اسرائیل کی مدد کے لئے براہِ راست نہ کود پڑتا تو مصر اسرائیل کا تیا پانچہ کر دیتا۔ اسی طرح کا معاملہ پی ایل او کی تحریک کا ہے۔ مردوں کے ساتھ فلسطینی عورتیں بھی اس تحریک میں شریک رہیں۔ ایک وقت میں فلسطینی تحریک آزادی پوری دنیا کیلئے خوفناک دہشت کی علامت بن گئی تھی۔ لیکن ان عظیم قربانیوں کے باوجود انہیں پسپائی اختیار کر کے کیوں "سجدہ سہو" کرنا پڑا؟ ایسا کیوں ہوا؟

—— سبب یہ ہے کہ مسلمانوں نے استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے بعد اللہ اور اس کے دین سے وفاداری کا اظہار کر کے اپنا قبلہ درست نہیں کیا۔ بلکہ کسی نے اپنا قبلہ و کعبہ واشنگٹن کو بنایا تو کسی نے اپنا ملجا و ماویٰ ماسکو کو بنا لیا۔ لیکن اگر ہم نے اللہ' رسول ﷺ اور اسلام کے ساتھ وفاداری کا رشتہ استوار کیا ہوتا تو پھر ہمیں لازماً اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل ہوتی۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ "اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ (یقینی طور پر) تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا"۔ مگر ہم نے اس فرمان خداوندی پر عمل پیرا ہونے کی بجائے اللہ کی نافرمانی اور بغاوت کا راستہ اختیار کر لیا۔ تمام مسلمان ممالک نے اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کا قرب حاصل کرنے کیلئے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر رکھی ہیں۔ ہم نے اجتماعی سطح پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کو نافذ نہیں کیا اور نہ ہی ہمارے معاشرے میں اسلامی تہذیب کا کہیں وجود نظر آتا ہے۔ ہمارے بالادست اور اونچے طبقات کی عظیم اکثریت آج بھی مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے جس میں ہندو سکھ اور عیسائی رنگے ہوئے ہیں۔ اس اعتبار سے ہمارے معاشرے میں اور ہندو معاشرے میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہے۔ تہذیب وہی ہے' تمدن وہی ہے' اقدار وہی ہیں' سوچ کا انداز وہی ہے ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

سورۂ حج میں فرمایا گیا "اللہ لازماً ایسے لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے (یعنی اس کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کریں گے) اللہ تو قوی اور زبردست ہے"۔ اللہ تعالیٰ جس قوم کی تائید اور پشت پناہی پر آجائے پھر ایسی قوم کو کون شکست دے سکتا ہے۔ سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا "اے مسلمانو! اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو پھر اس کے سوا کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے۔ اور اہل ایمان کو تو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل اور بھروسہ کرنا چاہئے"۔ یہ تمام آیات ہمیں بتا رہی ہیں کہ آج اللہ کی مدد ہماری پشت پر نہیں ہے اور دین کے ساتھ غداری کی پاداش میں ہم اسی طرح ذلت و مسکنت کے عذابِ الٰہی سے دوچار ہیں جس طرح ہم سے پہلے بنی اسرائیل ذلت و مسکنت کے اس عذابِ خداوندی میں گرفتار رہے ہیں۔

ہم بحیثیت قوم کم ہمتی اور بزدلی کے مرض میں مبتلا ہیں۔ سیدھی سی بات کہ اگر ہم سمجھتے ہیں کہ کشمیر ہماری شہ رگ ہے اور ہر اصول اور قانون کے تحت کشمیر پاکستان کا حصہ ہے' تو پھر ہمیں اپنا یہ جائز حق لینے اور اپنی شہ رگ کو دشمن کے قبضہ سے چھڑانے کیلئے سردھڑ کی بازی لگانی چاہئے تھی۔ اس میں کسی مصلحت کا مظاہرہ کرنا صریح بزدلی نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم نے ۶۵ء میں جرأت مندانہ قدم اٹھایا تھا' جب ہم نے اپنے تربیت یافتہ اور بہترین کمانڈوز کشمیر میں داخل کر دیئے تھے۔ جواب میں ۶۵ء کی جنگ ہم پر مسلط کی گئی تھی۔ چونکہ اس وقت کشمیر میں حالات سازگار نہیں تھے' اس لئے ہم اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے۔ اس کے بعد سے پاکستان پورے طور پر امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بن چکا ہے اور امریکہ وہ دھوکہ باز اور منافق ملک ہے جس نے ہمیں ہر موقع پر دھوکہ دیا۔ ۷۱ء کی ذلت آمیز شکست کے داغ دھونے سے ہم ابھی تک قاصر ہیں۔ ۷۱ء میں سقوط مشرقی پاکستان کا سانحہ تو جو ہوا' سو ہوا۔ اُس وقت مغربی پاکستان کا بچ جانا بھی غنیمت معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت کے امریکی صدر نکسن کے دل میں اللہ نے نیکی ڈالی کہ اس نے ہاٹ لائن پر روسی وزیر اعظم کوسیجن سے بات کی اور اس نے اندرا گاندھی کو یکطرفہ جنگ بندی کا حکم دیا۔ بہرحال ۷۱ء کی شرمناک شکست کا داغ ابھی تک ہماری پیشانی پر موجود ہے۔ دوسری جانب کشمیری مسلمانوں کا خون بھی بہہ رہا ہے' مسلمان خواتین کی عصمتیں لٹ رہی ہیں اور مسلمانوں کی بستیاں جلائی جا رہی ہیں مگر پاکستان میں یہ حوصلہ اور جرأت نہیں ہے کہ وہ بھارت سے یہ کہہ سکے کہ کشمیر میں ظلم و ستم کا بازار اب بند کردو' ہم کشمیریوں پر ہونے والے ظلم و ستم کو مزید برداشت نہیں کر سکتے! ہم میں یہ جرأت رندانہ موجود نہیں ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد

ہمارے ساتھ نہیں ہے۔

موجودہ حالات میں بھی ہم قومی سطح پر اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی اور دھوکہ بازی کا معاملہ کر رہے ہیں۔ ہم دنیا کی وہ واحد مسلمان قوم ہیں جنہوں نے آزادی کی تحریک میں اسلام کا نام لیا تھا' اللہ تعالیٰ سے دین کے نفاذ کا وعدہ کیا تھا کہ ہم پاکستان میں اسلام کے اصول حریت و اخوت اور مساوات پر مبنی نظام کو نافذ کر کے اس کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ قومی سطح پر اس وعدۂ الٰہی کی خلاف ورزی کے جرم میں نفاق کا مرض ہم پر مسلط کر دیا گیا۔ اسی نفاق کی ایک شکل "نفاق باہمی" ہے کہ ایک قوم اب کئی قومیتوں میں منقسم اور تحلیل ہو چکی ہے۔ نفاق کی ایک اور قسم اخلاق و کردار کی سطح پر ہمارے اندر رچ بس چکی ہے۔ چنانچہ جھوٹ' وعدہ خلافی' خیانت اور غبن جیسی برائیاں ہمارا قومی کلچر بن چکی ہیں۔ ہماری اس منافقت کا ایک بڑا مظہر ملک کا دستور بھی ہے۔ مدینہ کے منافق بھی زبان سے کلمۂ شہادت ادا کرتے تھے' اللہ اور رسولؐ سے وفاداری کا دم بھرتے تھے مگر ان کے دل ایمان اور یقین کی دولت سے خالی تھے۔ اسی طرح ہم نے دستور میں اللہ کی حاکمیت طے تو کر دی ہے لیکن اسے غیر مؤثر کرنے والی دفعات بھی دستور میں داخل کر رکھی ہیں۔ قومی سطح پر اس منافقت اور دھوکہ بازی کی سزا ذلت اور بزدلی کی صورت میں ہم بحیثیت قوم بھگت رہے ہیں۔ اس ذلت و بزدلی کا علاج محض احتجاجی مظاہروں اور چیخ و پکار سے نہیں ہو گا۔ لتا منگیشکر بھی آئیں گی' کرکٹ اور ہاکی ٹیموں کے دو طرفہ دورے بھی ہوں گے' واجپائی بھی آئیں گے' آپ کس کس معاملے میں احتجاج کریں گے کہ یہاں تو "تن ہمہ داغ داغ شد' پنبہ کجا کجا نہم" والا معاملہ ہے۔

مصر کے بعد اب پاکستان کیوں کیمپ ڈیوڈ طرز کا معاہدہ کرنے پر مجبور ہوا۔ اس کا سبب میری گفتگو میں سامنے آ چکا ہے۔ پوری قوم اس کی ذمہ دار ہے' ہم کسی ایک شخص کو مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔ میاں نواز شریف محب وطن ہیں' وہ پاکستان کے دشمن نہیں۔ بے نظیر کو تو بہت سے لوگوں نے ملک کیلئے سیکورٹی رسک قرار دیا تھا مگر نواز شریف کے بارے میں ایسا تاثر موجود نہیں ہے۔ نواز شریف ایک سیاستدان کی حیثیت سے موجود الوقت حالات میں ممکن العمل حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں۔ میں محب وطن حلقوں اور مذہبی حلقوں کی عمومی رائے سے مختلف بلکہ مخالف رائے کا اظہار کر رہا ہوں۔ میرے نزدیک اس وقت کی معروضی صورتحال میں کشمیر کے مسئلہ کا حل اسی طریقے سے ہو گا جس پر موجودہ حکومت عمل پیرا ہے' اس لئے کہ اس کے سوا اور کوئی راستہ موجود نہیں ہے۔ بھارت سے کشمیر کو بزور شمشیر حاصل کرنے کی ہم میں ہمت ہے نہیں۔ اسی طرح اگر یہ کسی کا خیال ہے کہ بھارت کی حکومت یا قیادت کشمیر کو طشتری میں رکھ کر ہمارے سامنے پیش کر دے گی تو اس کو اپنی عقل کا ماتم کرنا چاہئے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا وہ اس لئے کہ بھارت ہمیشہ سے کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ سمجھتا ہے۔ چنانچہ ۶۵ء میں کشمیر میں مداخلت کو بھارت نے اپنے اوپر حملہ تصور کیا تھا۔ اسی طرح امریکہ بھی' جو ہمارے حکمرانوں کا مربی' ملجا و ماویٰ اور قبلہ و کعبہ ہے' ہماری ہر طرح کی منتوں اور سماجتوں کو ٹھکرا کر ثالثی کا کردار ادا کرنے سے معذوری کا اظہار کر رہا ہے۔ مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے امریکی صدر پر وزیراعظم نواز شریف نے کئی مرتبہ زور دیا مگر بھارت چونکہ امریکہ کو ثالث بنانے پر آمادہ نہیں ہے لہٰذا نواز شریف کو امریکہ نے صاف جواب دے دیا۔ جہاں تک اقوام متحدہ کے ذریعے مسئلہ کشمیر کو حل کرانے کا تعلق ہے' میرے نزدیک یہ سب سے خطرناک راستہ ہے۔ اس لئے کہ اگر اقوام متحدہ کی منظور کردہ قراردادوں کے مطابق کشمیر میں استصواب رائے کرایا گیا تو پاکستان کو آزاد کشمیر' گلگت' چترال اور بلتستان کے شمالی علاقہ جات بھی خالی کر کے اقوام متحدہ کے حوالے کرنا پڑیں گے' جبکہ دوسری طرف بھارت کو حق حاصل ہو گا کہ وہ اپنے زیر قبضہ کشمیر میں کچھ نہ کچھ افواج رکھ سکے گا۔ اس طرح کشمیر اقوام متحدہ کی تحویل میں آ جائے گا۔ کشمیر پر پاکستان اور بھارت کی باہمی لڑائی سے سارا فائدہ امریکی بندر کو پہنچ جائے گا اور بلیوں کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ یوں کشمیر کی شکل میں ایک الگ ریاست قائم ہو گی جو بین الاقوامی سازشوں کا مرکز و محور بن جائے گی۔ گویا ایشیا کے وسط میں اس سے ایک نئے اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ کشمیر کی ریاست کی شکل میں ایک آزاد و خود مختار ریاست کے قیام سے دنیا کی واحد اور سپریم طاقت امریکہ کو یہ سہولت حاصل ہو گی کہ وہ "دنیا کی چھت" پر بیٹھ کر پاکستان' بھارت' چین اور ترکستانی ریاستوں پر ہر وقت نظر رکھ سکے گا۔ گویا کشمیر کی علیحدہ اور خود مختار ریاست اگر قائم ہو گئی تو اسے امریکی اڈے کی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ اس تناظر میں میری رائے میں بہترین راستہ وہی ہے' جسے نواز شریف حکومت نے اختیار کیا ہے کہ مسئلہ کشمیر کو دو طرفہ مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے۔ ویسے بھی شملہ معاہدہ کی رو سے پاکستان اس بات کا پابند بھی ہے۔ اس طرح کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی اپنا کر ہی یہ مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔ مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے دو طرفہ مذاکرات سے پہلے دونوں ممالک میں مفاہمت و مصالحت اور تجارت و آمد و رفت کے شعبہ میں پیش رفت ضروری ہے۔ اس کے بغیر بھارتی رائے عامہ کو متاثر نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ بھارت کی حکومت خواہ وہ کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو' اپنے ملک کی رائے عامہ کو نظر انداز کر کے مسئلہ کشمیر حل نہیں کر سکتی۔ اس لئے میں دو ٹوک انداز میں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ہندو بنئے کو باہمی تجارت کی بحالی کے ذریعے کچھ نہ کچھ رشوت لازماً دینا ہو گی شاید کہ ہندو بنیا اپنا فائدہ دیکھ کر کشمیر کے مسئلہ پر لچک کا مظاہرہ کر دے!

میرے نزدیک مثالی اور آئیڈیل صورتحال تو یہی ہے کہ مسئلہ کشمیر کو ہندوستان کی تقسیم کے نامکمل ایجنڈے کی حیثیت سے حل کیا جائے۔ یعنی کشمیر کا مسلم اکثریتی علاقہ پاکستان کے ساتھ اور ہندو اکثریتی علاقہ بھارت کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔ وادی کی حد تک ریفرنڈم بھی کرایا جا سکتا ہے تاہم اگر مقبوضہ وادی کے لوگوں کو تھرڈ آپشن کا اختیار بھی دے دیا جائے تو اس میں بھی قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ یہی مسئلۂ کشمیر کا بہترین حل اور قابل عمل راستہ ہے۔ اس حوالے سے پاکستان کے معمار' بانی اور موسس قائد اعظم کی ایک رائے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ قائد اعظم سے جب پوچھا گیا کہ ہندوستان کی تقسیم کے بعد پاکستان اور بھارت کے باہمی تعلقات کیسے ہوں گے تو قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ دونوں ممالک کے تعلقات بالکل ایسے ہی ہوں گے جیسے امریکہ اور کینیڈا کے درمیان موجود ہیں۔

یہ تمام زمینی حقائق اپنی جگہ ہیں لیکن اس سب کے باوجود میری پختہ رائے یہ ہے کہ بحالات موجودہ بھارت سے مفاہمت' مصالحت اور دوستانہ تعلقات میں پیش رفت' ثقافتی و تجارتی سطح پر تعلقات کا قیام اور خیر سگالی کے مظاہرے پاکستان کیلئے قومی سطح پر خود کشی کے مترادف ہیں۔ وہ اس لئے کہ ہم نے پاکستان کے اسلامی تشخص کو مضبوط اور مستحکم نہیں کیا۔ اور اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو قائم کرنے کی بجائے اس سرمایہ دارانہ سیکولر نظام کو اختیار کرنے کو ترجیح دی جو ساری دنیا میں مروج ہے۔ اس صورتحال میں چونکہ پاکستان کی نسبت بھارت سیکولر اقدار کی حامل عالمی تہذیب و ثقافت سے زیادہ ہم آہنگ ہے لہٰذا بھارت سے مفاہمت اور تجارتی و ثقافتی میدان میں تعلقات اگر بحال کر لئے گئے تو پھر چند سال کے اندر اندر پاکستان عملاً بھارت میں مدغم ہو جائے گا۔

نصف صدی کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی آج ہمارے ملک میں جاگیرداری اور سود پر مبنی استحصالی اور ظالمانہ نظام مسلط ہے۔ اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کیلئے پاکستان کے حصول کی خواہش کی پشت پر ایک احیائی جذبہ کار فرما تھا جسے یکسر نظر انداز کر کے ہم نے بحیثیت قوم اللہ سے کئے گئے وعدہ سے انحراف اور اس کے دین سے بے وفائی کا ارتکاب کیا ہے۔ قیام پاکستان کا دوسرا محرک ہندو کا خوف اور دشمنی کا جذبہ تھا۔ قیام پاکستان کا یہ اہم محرک آج ہماری نوجوان نسل کے سامنے نہیں ہے۔ وہ بزرگ نسل جو ہندو ذہنیت کو جاننے اور پہچاننے والی تھی

اس کی اکثریت اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔ دوسری جانب بھارتی ریڈیو' ٹیلی ویژن' ثقافتی طائفے اور دانشور اور فنکار ہر طرف "محبت" کے گیت گاتے نظر آتے ہیں اور بظاہر محسوس ہو رہا ہے کہ بھارتی عوام بقول جگر ہمارے لئے ؎ "جگر وہ تو سرتاپا محبت ہی محبت ہیں" کا مصداق بن چکے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ پاکستان میں بھی وہی سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے جو ہندوستان میں مروج ہے۔ کاروبار کے طور طریقے بھی ایک جیسے ہیں' سودی نظام بھارت میں بھی رائج ہے اور پاکستان میں بھی۔ بلکہ ایک اعتبار سے بھارت نے پاکستان کے مقابلے میں کافی بڑی پیش رفت کی ہے کہ اس نے آزادی کے بعد جاگیرداری نظام کا ہمیشہ کیلئے قلع قمع کر دیا مگر پاکستان پر ابھی تک یہی طبقہ مسلط ہے۔ اسی طرح سیکولر پارلیمانی نظام جو بھارت میں قائم ہے وہی نظام پاکستان نے بھی اپنا رکھا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے اعلیٰ طبقات کا رہن سہن' تہذیب و تمدن اور سماجی اقدار وہی ہیں' جو ہندوؤں کے اعلیٰ طبقات کی ہیں۔ بے حیائی اور عریانی جیسی کچھ بھارت میں ہے' وہی نقشہ آپ کو پاکستان میں بھی نظر آتا ہے۔ ان حالات میں اگر پاکستان نے بھارت کے ساتھ اپنے تعلقات اور روابط کے فلڈ گیٹ کھول دیئے تو پاکستان کا نظریاتی تشخص دم توڑ جائے گا۔ اس لئے کہ سونیا گاندھی کے بقول بھارت ثقافتی میدان میں پہلے ہی پاکستان کو فتح کر چکا ہے۔ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ بھارتی جنتا پارٹی' راشٹریہ سیوک سنگھ کا سیاسی ونگ ہے۔ اس جماعت کے اعلانیہ مقاصد میں برصغیر سے اسلام کے "ناپاک" وجود کا خاتمہ اور اکھنڈ بھارت کا قیام شامل ہے۔ گو اس وقت سیاسی مصلحت کے تحت پاکستان کو میٹھا زہر دیا جا رہا ہے۔ بھارتی وزیر داخلہ ایل کے ایڈوانی کی طرف سے پاک بھارت کنفیڈریشن کا قیام بھی اسی ذہن کا عکاس ہے۔ اس سے شدید اندیشہ ہے کہ پاکستان جو احیائے اسلام کے عظیم تر مقصد کیلئے قائم ہوا تھا' اپنا تشخص کھو دے گا اور احیائے اسلام کا یہ خواب دم توڑ جائے۔ اس صورتحال پر قرآن مجید کی یہ آیات پوری طرح صادق آتی ہیں کہ "اے نبی انہیں اس شخص کا قصہ سنایئے جسے آیات الٰہی سے نوازا گیا تھا مگر وہ ان سے بھاگ نکلا' اگر ہم چاہتے تو اسے اور سربلندی کا مقام عطا فرماتے مگر وہ اپنی خواہش کی پیروی میں پستی کی طرف دھنستا چلا گیا" اللہ فرماتا ہے کہ یہ کسی ایک آدمی کی مثال نہیں بلکہ ایک قوم کی مثال بھی ہے جو آیات الٰہی کی تکذیب کر دے۔ اس وقت ہم یہی کچھ تو کر رہے ہیں۔ مگر میرا دل یہ کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہو گا' کوئی معجزہ رونما ہو گا اور پاکستان اپنے موجودہ طرز عمل کی بجائے اپنے اصل مقصد کی جانب لازماً پیش رفت کرے گا۔ چنانچہ حالات میں مثبت تبدیلی کا واحد راستہ ہے کہ میاں نواز شریف نفاذ اسلام کے ضمن میں اپنے موجودہ طرز عمل پر نظر ثانی کرتے ہوئے اللہ کے حضور توبہ کریں اور دستور سے منافقت کے خاتمہ کیلئے بلا تاخیر قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دیں اور ساتھ ہی ساتھ سودی نظام کا بھی خاتمہ کریں۔ ان دو اقدامات کے نتیجے میں ہمیں اللہ کی نصرت و حمایت حاصل ہو جائے گی۔ ملک کی دینی جماعتیں پاور پالیٹکس کی سیاست سے توبہ کر کے نفاذ اسلام کے عظیم تر نصب العین کیلئے متحدہ اسلامی محاذ قائم کر کے نظام کی تبدیلی کی تحریک منظم کریں۔ جماعت اسلامی وقتی مسائل پر جماعت کے مخلص کارکنوں کے مالی وسائل اور توانائیاں صرف کرنے کی بجائے سودی نظام کے خاتمے کو "ایشو" بنا کر تحریک منظم کرے تو اس میں تنظیم اسلامی بھی جماعت اسلامی کے شانہ بشانہ ہو گی۔

<u>پریس ریلیز</u>

شریعت اپیلٹ بینچ کا جرأت مندانہ فیصلہ

۲۳/ فروری = تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ کے اس فیصلے کو ایک نہایت ہی بروقت اور جرأت مندانہ اقدام قرار دیا ہے جس کی رو سے شریعت بینچ نے سود کے خلاف اپیل واپس لینے کے بارے میں وفاقی حکومت کی درخواست مسترد کر دی ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ ملک کی دینی و مذہبی جماعتوں اور اسلامی معیشت کے ماہرین کو چاہئے کہ اس بارے میں بلا تاخیر مشترکہ لائحہ عمل اختیار کر کے سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کا دفاع کریں تاکہ حکومت تاخیری حربے اپنا کر اس مسئلے کو مزید التوا میں نہ ڈال سکے۔ انہوں نے کہا کہ سود کے مسئلے پر پاکستان کے اندر اور باہر اب تک اتنا کام ہو چکا ہے کہ کسی طویل فنی بحث یا مزید تحقیق و تفتیش کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی۔ اس وقت اصل کام عدالت میں مقدمے کی پیروی کرنے کا ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ معیشت اور قانون کے اعلیٰ ماہرین کا تعاون حاصل کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی حالیہ پیشکش کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ تنظیم اسلامی اس مقصد کیلئے جماعت اسلامی اور دیگر جماعتوں کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرے گی۔

نشانِ رحمت پروردگار بچہ ہے

شبیر بخاری

دل و نظر کا حسیں شاہکار بچہ ہے — جہانِ نو کا سحر آشکار بچہ ہے
کمالِ عظمت آدم کی عظمتوں کا شہود — خلافت ارضی کا وقار بچہ ہے
یہی ہے کن فیکون کی سعادتوں کا نقیب — جہانِ خلق ترا اعتبار بچہ ہے
ہجوم ظلم و معاصی کی تنگناؤں میں — نشانِ رحمت پروردگار بچہ ہے
اسی کے موسم دورِ خزاں بدلتا ہے — نوید راحت دورِ بہار بچہ ہے
وجود اس کا ہے شانِ ربوبیت کی نمود — نظام کارِ یقین و پیار بچہ ہے
بڑی ہی اونچی عبادت ہے پرورش اس کی — امانت کرمِ کردگار بچہ ہے
اسی کے پاس ہے مستقبل وطن کی کلید — بساط زیست کا سرمایہ کار بچہ ہے
خوشا نصیب ملی ہم کو تربیت اس کی
ہمارا محورِ لیل و نہار بچہ ہے

یزید کا دورِ حکومت۔ خلافت سے ملوکیت کی جانب پہلا قدم

—— تحریر و تحقیق : فرقان دانش خان ——

حضرت امیر معاویہ ؓ کو حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ نے مشورہ دیا تھا کہ "دیکھیے حضرت عثمان ؓ کے بعد مسلمانوں میں پانچ برس جو کشت و خون ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے بعد پھر وہی حالات پیدا ہو جائیں۔ اس لئے اپنی جانشینی کا مسئلہ اپنی زندگی ہی میں طے کر کے جایئے"۔ جب امیر معاویہ ؓ نے ان سے جانشین کے لئے مشورہ چاہا تو انہوں نے یزید کا نام تجویز کیا۔ واضح رہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ ان اصحاب رسولؐ میں شامل ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر نبی اکرمؐ کے دست مبارک پر بیعت کی جسے بیعت رضوان کہتے ہیں چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ اصحاب شجرہ میں سے ہیں۔ اس بیعت پر سورۂ فتح میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اظہار فرمایا ہے۔

یزید کی ولی عہدی کو حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم اور چند مسلمانوں کے سوا سب لوگوں نے تسلیم کر لیا تھا۔ یہ حضرات دیانتداری سے یزید کو ولی عہدی کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ نیز انہوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ یہ عمل اسلام کے مزاج سے مناسبت رکھنے والا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ؓ سے جب مدینہ کے گورنر نے ولی عہدی کی بیعت لینا چاہی تو انہوں نے بڑے غصے سے کہا تھا کہ

"کیا اب تم رسول اللہ اور خلفائے راشدین کی سنت کے بجائے قیصر و کسریٰ کی سنت رائج کرنا چاہتے ہو کہ باپ کے بعد بیٹا جانشین ہو"۔

۶۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہ ؓ کے انتقال کے بعد یزید نے بیعت خلافت لینا شروع کر دی۔ جیسا کہ پچھلے مضمون میں بیان کیا جا چکا ہے کہ علمائے جمہور کا یہ قول ہے کہ ولی عہد بنانے کی حیثیت ایک تجویز کی سی ہوتی ہے اور خلیفہ کی وفات کے بعد امت کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ چاہیں تو ولی عہد ہی کو خلیفہ بنائیں اور چاہیں تو باہمی مشورے سے کسی اور کو خلیفہ مقرر کر دیں۔

اس موقع پر بھی مذکورہ بالا حضرات نے یزید کے ہاتھ پر انہی وجوہات کی بنا پر بیعت خلافت کرنے سے انکار کر دیا۔ جن وجوہات کے باعث انہوں نے یزید کی ولی عہدی کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس ضمن میں حضرت حسین ؓ کے مؤقف کے بارے میں ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ "سانحہ کربلا" ص ۳۲ پر فرماتے ہیں:

"اہل سنت اس معاملے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ حضرت حسین ؓ پوری نیک نیتی سے یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے شورائی اور جمہوری نظام کو بدلا جا رہا ہے۔ اگر حالات کے رخ کو ہم نے تبدیل نہ کیا تو وہ خالص اسلام جو حضرت محمدؐ لے کر آئے تھے اور وہ کامل نظام جو حضورؐ نے قائم فرمایا تھا، اس میں کجی کی بنیاد پڑ جائے گی، لہٰذا اسے ہر قیمت پر روکنا ضروری ہے"۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے اپنی کتاب "حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق" ص ۱۱۱ پر لکھا ہے :

"حضرت حسین ؓ بذات خود شروع ہی سے یزید کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے اور یہ ان کی دیانت دارانہ رائے تھی۔ جب حضرت معاویہ ؓ کی وفات ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ حجاز کے اکابر اور اہل حل و عقد نے جن میں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ جیسے حضرات شامل تھے، ابھی تک یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا، ادھر ان کے پاس عراق سے (اہالیان کوفہ) کے خطوط کا انبار لگ گیا جس سے واضح ہوتا تھا کہ اہل عراق بھی یزید کی خلافت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان حالات میں ان (حضرت حسین ؓ) کا موقف یہ تھا کہ صرف اہل شام کی بیعت پوری امت پر لازم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس کی خلافت ابھی منعقد ہی نہیں ہوئی۔ اس کے باوجود یزید اگر قوت کے بل پر عالم اسلام کا حاکم بننا چاہ رہا ہے تو اس کی حیثیت ایک ایسے سلطان متغلب کی سی ہے جو غلبہ پانا چاہتا ہے مگر ابھی پا نہیں سکا۔ ایسی حالت میں وہ (حضرت حسین ؓ) اس کے غلبہ کو روکنا اپنا فرض سمجھتے تھے"۔

صفحہ ۱۱۲ پر مفتی تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"اور یہی وجہ ہے کہ جب کوفہ کے قریب پہنچنے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ کوفہ کے لوگوں نے غداری کی ہے اور یزید کا تسلط وہاں پر مکمل ہو گیا ہے تو انہوں نے تین تجاویز پیش کیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ

"یا پھر میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں گا"۔

آگے چل کر مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

"لیکن عبیداللہ بن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کے مشورے پر عمل کر کے ان کی کسی بات کو نہ مانا اور اس بات پر اصرار کیا کہ وہ غیر مشروط طور پر عبیداللہ بن زیاد کے پاس حاضری دیں۔ ظاہر ہے کہ عبیداللہ بن زیاد کی اس نامعقول بات کو ماننا حضرت حسین ؓ پر لازم نہیں تھا"۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے اپنی کتاب تاریخ اسلام، جلد دوم ص ۵۶ پر حضرت امام حسین ؓ کا ایک قول نقل کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین ؓ غیر مشروط مصالحت کے لئے تیار تھے۔

"خدا کی قسم! میں ذلیل کی طرح یزید کی بیعت کر کے غلام کی طرح اس کی خلافت تسلیم نہیں کروں گا"۔

اس کے بعد حضرت حسین ؓ نے عراقی فوج کا مقابلہ کیا اور ۶۱ ہجری میں کربلا کا المیہ پیش آیا۔

یزید کا دور حکومت

"یزید نے صرف ۳ برس اور ۹ ماہ حکومت کی۔ یزید کے مختصر سے عہد حکومت میں دو ایسے ہولناک واقعات پیش آئے۔ جن کی وجہ سے اس کا نام انتہائی ننگ و عار کا سرچشمہ بن گیا، ایک امام حسین ؓ کی شہادت، دوسرا بیعت خلافت لینے کے لئے مدینہ منورہ میں قتل و غارت کا واقعہ"۔ (مختصر تاریخ اسلام از غلام رسول مہر، ص ۱۴۴)

یزید کے حالات زندگی : "یزید میسون بنت بحدل کے بطن سے تھا۔ اس کی پیدائش امیر معاویہ ؓ کے دور امارت میں ہوئی تھی۔ اس لئے عیش و تنعم کے گہوارہ میں اس نے پرورش پائی۔ اس کی زندگی شاہزادوں اور امیرزادوں کی تھی۔ سیر و شکار کا بڑا شائق تھا۔ لیکن سپہ گری کے جوہر موجود تھے۔ لڑائیوں میں شریک ہوتا تھا۔ قسطنطنیہ کی مشہور مہم میں بھی تھا۔ اور ایک روایت کے مطابق اس فوج کا سپہ سالار تھا"۔ (تاریخ اسلام ج ۲، از معین الدین ندوی ص ۴۴)

فتوحات : یزید نے ملکی مفاد کے بہت سے کام انجام دیئے اس کے دور میں بعض باغی علاقوں کی بغاوت رفع ہوئی اور کئی فتوحات حاصل ہوئیں جن میں سے ترکستان کے علاقوں سمرقند اور خجندہ کے نواح میں فوج کشی کے علاوہ شمالی افریقہ کی بہت سی نئی فتوحات شامل ہیں۔

وفات : ربیع الاول ۶۴ ہجری میں حوران کے مقام پر یزید کا انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت اس کی عمر ۳۰ برس تھی۔

اولاد : یزید کی کئی بیویاں تھیں جن سے اس کی بہت سی اولادیں تھیں۔ معاویہ، خالد، ابو سفیان، عبداللہ، عبداللہ الاصغر، عمر، ابو بکر، عتبہ، حرب اور عبدالرحمٰن

(باقی صفحہ ۹ پر)

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

یحییٰ خان نے چینی وزیر اعظم سے کہا میں سمجھتا تھا آپ دوست ہیں!

بھارتی وزیر اعظم کے دورے کے موقع پر ہمارے وزیر اعظم نے سپریم کورٹ کو کوس کر دنیا کو کیا پیغام دیا؟

محبت کے زمزمے اگر ہمارے کچے مکان کی دیوار کو بہالے گئے تو جغرافیائی تشخص قائم رکھنا بھی مشکل ہو جائے گا

مرزا ایوب بیگ' لاہور

گزشتہ چند ہفتوں سے پاک بھارت تعلقات کے حوالہ سے پراسرار سرگرمیاں دیکھنے میں آ رہی تھیں۔ امریکہ کے صدر بل کلنٹن داخلی سطح پر مونیکا لیونسکی سیکس سکینڈل کے حوالہ سے سخت دباؤ میں تھے' مگر انتہائی ہنگامہ خیز صورتحال کے باوجود پاکستان اور بھارت کے وزرائے اعظم سے مسلسل رابطہ رکھے ہوئے تھے۔ ٹالبوٹ اور انڈر فرتھ جو امریکی صدر کی ناک کے بال سمجھے جاتے ہیں پاکستان اور بھارت کے دورے کے دوران سیاسی و عسکری قیادت سے طویل ملاقاتیں کر رہے تھے۔ عام خیال یہی تھا کہ وہ سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کیلئے مہم چلا رہے ہیں۔ پاکستانی اخبارات نے بھی یہی تاثر دیا کہ امریکی زعماء اپنے مشن میں مکمل طور پر ناکام رہے ہیں۔ اور پاکستان نے انہیں کورا جواب دے دیا ہے۔ لیکن امریکی ٹیم کے وطن واپس پہنچتے ہی امریکی حکومت نے یہ اعلان کیا کہ اس نے پاکستان اور بھارت سے مزید اقتصادی پابندیاں ختم کر دی ہیں۔ بعض صاحب نظر اس غیر متوقع اعلان پر چونکے تھے کہ جلد ہی عالمی بینک اور آئی ایم ایف نے ایک بڑے قرضے کی بک انٹری کر کے پاکستان کے سر سے ڈیفالٹ کی لٹکی ہوئی تلوار ہٹا دی۔ چند ہی دنوں بعد پیرس کلب نے پاکستان کے قرضے بغیر کسی اضافی سود کے ری شیڈول کر دیئے۔ انہی دنوں حکومت پاکستان اور جنگ گروپ (جو پاکستان میں سب سے بڑا اخباری گروپ ہے) کے درمیان جنگ زوروں پر تھی۔ لیکن اچانک متحارب گروپوں نے سفید جھنڈے لہرا دیئے اور جنگ گروپ کے انگریزی اخبار The News کے زیر اہتمام اسلام آباد میں پاکستان اور بھارت کے پارلیمنٹیرین کی غیر سرکاری کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں دونوں اطراف سے بڑی محبت اور گرمجوشی کا مظاہرہ ہوا۔ لیکن حیران کن اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ میزبان اخباری گروپ کے بڑوں میں سے کوئی شخصیت ایک لمحہ کے لئے بھی کانفرنس میں نہ آئی جب کہ حکومت کی طرف سے اس غیر سرکاری کانفرنس کے بھارتی شرکاء کی اعلیٰ ترین سطح پر خوب آؤ بھگت کی گئی۔ بھارتی وزیر اعظم کے بذریعہ بس پاکستان آنے کا اعلان پہلے ہی کیا جا چکا تھا۔ یوں تو تمام محب وطن حلقوں نے کشمیر میں بھارتی ظلم و ستم کے پس منظر میں اس دورے کو ناپسندیدہ قرار دیا لیکن جماعت اسلامی پاکستان نے اسے بطور چیلنج قبول کیا اور پورے لاہور میں Go back Vajpai کے بینر آویزاں کرنے شروع کر دیئے۔ یوں جماعت اسلامی خوف و ہراس کی فضا قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اسی دوران

تجزیہ

۱۹/ فروری کو رات ۸ بجے وزیر اعظم کے قوم سے خطاب کا اعلان ہوا۔ بہترین تجزیہ نگار سے لیکر عام شہری تک نے پورے یقین سے کہا کہ وزیر اعظم نواز شریف بھارتی وزیر اعظم کے دورۂ پاکستان کے معاملے میں قوم کو اعتماد میں لیں گے۔ اور جماعت اسلامی کے اس مؤقف کی مدلل تردید کریں گے کہ بھارتی وزیر اعظم کو امریکی ایجنڈے کی تکمیل کے لئے پاکستان مدعو کیا جا رہا ہے۔ یہ خطاب یقیناً اس لحاظ سے تاریخ ساز تھا کہ ملک کا چیف ایگزیکٹو قوم سے خطاب کرے اور اپنی نشری تقریر میں گرما گرم موضوع (most living issue) کو مکمل طور پر نظر انداز کر دے۔ اس وقت جب کہ دنیا بھر کے اخباری نمائندے پاکستان اور بھارت کے وزرائے اعظم کی ملاقات کی رپورٹنگ کیلئے لاہور پہنچ چکے تھے۔ وزیر اعظم اپنی تقریر میں کراچی اور فوجی عدالتوں کا مسئلہ لے بیٹھے اور بالواسطہ طور پر سپریم کورٹ کو کوسنے لگے۔ لاہور جو اس وقت فلیش پوائنٹ بنا ہوا تھا اور یہ وقت کشمیریوں پر ہونے والے ظلم و ستم کو بے نقاب کرنے کے لئے آئیڈیل تھا۔ عین اس وقت کراچی کی ایسی تصویر کشی کی کہ یوں معلوم ہوتا تھا جرائم' لاقانونیت' بدنظمی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے لحاظ سے دنیا کا بدترین علاقہ کراچی ہی ہے۔ کسی بھی کام کی ٹائمنگ اس کام کے حوالے سے انتہائی اہم ہوتی ہے۔ وزیر اعظم کی جانب سے کراچی کے ذکر کی اس غلط ٹائمنگ نے دنیا بھر میں پاکستان کو بدنام کیا۔ پاک بھارت تعلقات کو خوشگوار بنانے کیلئے دونوں ممالک کا طرز عمل یا تو تضادات کا شکار ہے یا دونوں بڑھ چڑھ کر منافقت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ پاکستان ایک طرف کشمیر کے اندر دخل اندازی کا بندوبست کرتا ہے اور ہمارے گورنر اور وزراء لشکر طیبہ کے سالانہ اجتماع میں جا کر ان کی اندرون کشمیر کارروائیوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور ان کی جہادی سرگرمیوں کو سیلوٹ کرتے ہیں۔ نیز پاکستان کشمیری مجاہدین کی بیشتر جماعتوں کو ہر قسم کی امداد بھی فراہم کرتا ہے۔ دوسری طرف بھارت مجاہدین کی سرگرمیوں کو کچلنے کے لئے کشمیریوں پر بلاامتیاز ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتا رہا ہے۔ بھارتی فوج کشمیری عورتوں کی بے حرمتی کرتی ہے اور کشمیری نوجوانوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کرتی ہے۔ ایک طرح پاکستان کسی نہ کسی درجہ میں ان کارروائیوں کا جواز فراہم کر رہا ہوتا ہے تو ایسے میں پاکستان کا بھارتی حکومت کو محبت کے پیغام ارسال کرنا اور واہگہ بارڈر پر نواز شریف صاحب کی بھارتی وزیر اعظم کو جپھیاں ڈالنا صریحاً منافقانہ طرز عمل ہے یا تو ہمیں جو کچھ ہم مقبوضہ کشمیر میں کر رہے ہیں اسے own کرنا چاہئے اور بھارت کو صاف صاف بتا دینا چاہئے کہ جب تک کشمیریوں کو حق خود ارادیت نہیں دیا جاتا کوئی تجارت' کوئی دوستی اور کوئی معاہدہ نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ گزشتہ پچاس سالہ کشیدگی کے نتیجے میں۔ دونوں ممالک جنگی تیاریوں میں اپنے وسائل جھونک کر اپنے عوام کو بدحالی اور بدنصیبی کی طرف دھکیل رہے ہیں اور اب جنگ کے مزید اخراجات کو جھیلنا ہمارے بس کی بات نہیں لہٰذا ہمیں کشمیر کے اندر کارروائیاں روک کر کھلے دل سے

مذاکرات کر کے باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کی حقیقی کوشش کرنی چاہئے۔ بھلا ہم منافقت میں ہندو بنئے سے بازی لے جاسکتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ فنکار سے لیکر وزیراعظم تک سب ہی محبت کے گیت سناتے ہیں اور ہمارے وچھوڑے میں مرے جاتے ہیں لیکن برداشت کا یہ عالم ہے کہ کھیل کے میدان بھی پاکستان کے ہاتھوں بھارت کی شکست قبول نہیں کرتے۔ کلکتہ کے ایڈن گارڈن میں بھارتی کرکٹ ٹیم کی شکست کے آثار جب واضح ہوتے ہیں تو ایک لاکھ تماشائی پاکستانی کرکٹ ٹیم پر پتھروں اور خالی بوتلوں کی بارش کر دیتے ہیں اور بھارتی سیکورٹی فورسز پاکستانی ٹیم کے گرد گھیرا ڈال کر ان کی جان بچاتے ہیں۔ کیا ایسے جذبات رکھنے والی عوام کی نمائندہ حکومت آپ کو میز پر بیٹھ کر کشمیر پلیٹ میں رکھ کر پیش کر دیگی؟ اسی لئے ہر بار مذاکرات "مذاق رات" بن کر رہ جاتے ہیں۔ بھارت کا مطالبہ سیدھا سادہ ہے کہ کشمیر کو بھول جاؤ' ہمیں علاقے کا بڑا تسلیم کرو اور تم خود چھوٹے بن کر رہو۔

ہمارے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف صاحب یا تو پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ سے بالکل نابلد ہیں یا صریحاً دروغ گوئی سے کام لے رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بھارتی قیادت کو مجبور کر دیا ہے کہ کشمیر پر بات کرے اور پہلی مرتبہ بھارتی لیڈر کھل کر کشمیر پر بات کرنے کیلئے رضامند ہوئے ہیں۔ حالانکہ کشمیر پر لیاقت۔ نہرو' ایوب۔ نہرو' بھٹو۔ اندرا اور ضیاء۔ راجیو کے مابین مذاکرات ہو چکے ہیں۔ اصل اور قابل غور سوال یہ ہے کہ ۱۹۵۸ء میں بھارتی وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو اور ۱۹۸۹ء میں ان کے نواسے وزیراعظم راجیو پاکستان کے دورے پر آئے تو عوامی ردعمل اتنا شدید کیوں نہیں تھا تو اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ اٹل بہاری واجپائی اس جماعت کے سربراہ ہیں جس نے بابری مسجد کی شہادت میں مرکزی رول ادا کیا تھا اور پاکستان کو اکھنڈ بھارت کا حصہ بنانا اس جماعت کے منشور میں ہے۔ ثانیاً اشتعال انگیز بات یہ ہے کہ عوام سمجھتے ہیں کہ یہ مذاکرات اور یہ محبت آمیز ملاپ امریکی ایجنڈے کا حصہ ہیں اور یہ سب اقدامات نیو ورلڈ آرڈر کے نفاذ کی طرف پیش رفت کیلئے کئے جا رہے ہیں۔ امریکہ یہ چاہتا ہے کہ پاکستان اور بھارت مسئلہ کشمیر سمیت اپنے تمام تنازعات طے کر کے یا انہیں ایک طرف رکھ کر باہمی طور پر شیر و شکر ہو جائیں اور چین جو اقتصادی اور عسکری دونوں لحاظ سے اس کے لئے دنیا میں واحد خطرہ رہ گیا ہے' یہ دونوں ممالک اپنے وسائل کو یکجا کر کے چین کی بڑھتی ہوئی قوت کے راستے میں دیوار بنیں اور امریکہ ان دونوں ممالک کی آڑ لیکر چین کا بھی وہی حشر وہی کر سکے جو اس نے سوویت یونین کا کیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے امریکہ کی اولین خواہش اور ترجیح یہ ہے کہ کشمیر کو مکمل طور پر یا اس کے کسی بڑے حصے کو آزاد ریاست بنا کر چین کے سر پر اپنی عسکری موجودگی اس طرح یقینی بنالے جس طرح مغرب نے مشرقی ایشیاء میں اسرائیلی ریاست قائم کر کے اپنا عسکری تسلط قائم کر رکھا ہے۔ وہ علاقے میں طاقت کا توازن درہم برہم کر کے بھارت کو علاقائی سپر پاور اور تھانیدار بنانا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس علاقے کے تمام ممالک مل کر نیو ورلڈ آرڈر کے ایک یونٹ یا زون کی حیثیت سے کام کریں اور ان کا اصل کام امریکی یا صحیح تر الفاظ میں یہودی مفادات کی نگرانی کرنا ہو۔ جب کہ بھارت یہ تاک لگائے بیٹھا ہے کہ وہ امریکہ کی مدد سے پاکستان یا چین کو زیر کر کے پھر امریکہ سے بھی نمٹ لے گا۔ اور امریکہ سے نمٹا جا سکے یا نہیں وہ کم از کم علاقے کا چوہدری تو بن ہی جائے گا۔ بہرحال پاکستان کو بھوٹان اور سکم کی سطح پر نہ سہی نیپال کی سطح پر لانا تو بھارت کی دیرینہ خواہش ہے جو صرف امریکی ایجنڈے کی تکمیل سے ہی ممکن ہے۔

بی جے پی کے لب و لہجہ کا تبدیل ہونا' ایل کے ایڈوانی کا بال ٹھاکرے کے پاس جا کر اسے پاکستانی کرکٹ ٹیم کے دورے کے معاملے میں رام کرنا' واجپائی کا بذریعہ بس پاکستان کے دورے کا پروگرام بنانا اور بال ٹھاکرے جیسے پاکستان اور مسلمان دشمن انسان کا خوشی خوشی اور دعاؤں کے ساتھ واجپائی کو رخصت کرنا سب ان پراسرار سرگرمیوں کا حصہ ہے' جن کا ذکر راقم نے آغاز میں کیا ہے۔ فنکاروں اور گلوکاروں کو اپنے ساتھ پاکستان لے کر آنا' بھنگڑے ڈالتے ہوئے پاکستان میں داخل ہونا' گیتوں اور نظموں کی زبان میں گفتگو کرنا اور علاقائی لباس زیب تن کرنا درحقیقت پاکستانیوں کو یہ باور کرانا ہے کہ جب ثقافت ایک ہے' زبان اور لباس ایک ہیں' تو دوری اور علیحدگی کس بات پر ہے؟

چین کے وزیر دفاع کا دورہ پاکستان اگرچہ پہلے سے طے شدہ ہو گا لیکن اس وفد کا حجم اور اس میں چھ حاضر جرنیلوں کا شامل ہونا یقیناً معنی خیز ہے۔ چین نے پاکستان کو کبھی دھوکہ نہیں دیا اور ہمیشہ پاکستان کو ٹھوس اور اس نوعیت کی مدد دی جس سے پاکستان اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے۔ ٹیکسلا کا ہیوی مشینری کا کارخانہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس نے ہمارے سیاسی معاملات میں امریکہ کی طرح کبھی ہمیں گمراہ کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ہمیشہ پرخلوص مشورے دیئے۔ چونکہ وہ ہمیں بڑے بڑے قرضے اور ان پر کمیشن دینے کو تیار نہیں ہوتا اور کرسی مضبوط کرنے والے مشورے نہیں دیتا لہٰذا اس کے مشورے بھی قبول کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔

یحییٰ خان جب مشرقی پاکستان پر چڑھ دوڑنے کی تیاریوں میں مصروف تھے تو چو این لائی نے مشورہ دیا کہ مشرقی پاکستان کے معاملات کو سیاسی انداز سے حل کیا جائے جس پر یحییٰ خان نے یہ احمقانہ جملہ کہا تھا کہ "I thought you were friend" اسی چین نے امریکہ کی ان ریشہ دوانیوں کو بھانپ کر پہلی بار سرعام یہ کہا ہے کہ پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدے کی تجویز پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اگر نواز شریف حکومت نے امریکہ سے خوفزدہ ہو کر یا اس کے سنہرے جال میں پھنس کر چین کی اس پیشکش پر فوری پیش رفت نہ کی تو یہ قوم کے ساتھ غداری کے مترادف ہو گا اور قوم نے اس مجرمانہ غفلت کا اگر کوئی نوٹس نہ لیا تو تاریخ قوم اور قیادت دونوں کو معاف نہیں کرے گی۔ کشمیر کے بارے میں بھارتی رویئے میں لچک کا دعویٰ تو اس وقت ہی ٹائیں ٹائیں فش ہو گیا تھا' جب واجپائی نے دہلی واپس جا کر کہا کہ میں نے نواز شریف پر واضح کر دیا ہے کہ تعلقات کی بحالی کے لئے پاکستان کو کشمیر میں قتل و غارت بند کرنا ہو گی۔

پاک بھارت تعلقات کے حوالے سے راقم کی رائے میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا موقف عقلی اور منطقی بھی ہے اور ممکن العمل بھی کہ پاکستان پہلے اپنی نظریاتی اساس کو مضبوط کرے۔ اگر پاکستان واقعی ایسا پاکستان بن جائے جس کے معنی لا اِلٰہ اِلا اللہ ہوں اور محمد رسول اللہ کو اس میں شامل کر کے بات کو مکمل کیا جائے۔ یعنی قرآن ہمارا امام ہو اور سیرت محمد ﷺ کا عکس کسی نہ کسی درجہ میں ہماری شخصیات میں نظر آئے اور جب ہم اس قلعہ کو مضبوط کر چکیں تو پھر بھارت کی طرف ہر نوع کی آمد و رفت کے لئے ایک نہیں کئی طرح کے دریچے کھول دینے میں نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں بلکہ ہم ان شاء اللہ بھارتیوں کے قلوب و اذہان کو بھی فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جنہیں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے فتح نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ ہمارے پاس قرآنی فکر ہے' مکمل نظام حیات ہے۔ جب کہ اس معاملہ میں ہندو بالکل تہی دست ہے اور وہ ہمارا مقابلہ اس میدان میں قطعاً نہیں کر سکتا۔ لیکن غور سے سنئے اور یاد رکھئے کہ اگر ہمارے کچے مکان کی دیوار' محبت کے ان زمزموں میں بہہ گئی' جو فنکار اور گلوکار گا رہے ہیں تو پھر ہمارا صحن یقیناً غیروں کے قدموں تلے روند جائے گا اور وہ اس کے بیچ میں سے راستے بنائیں گے پھر ہمارے لئے اپنے جغرافیائی تشخص کو برقرار رکھنا بھی محال ہو جائے گا۔

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل
دستورِ خلافت کی تکمیل

نام میرے نام

محترمی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترمی آپ کے متحدہ اسلامی محاذ کے بارے میں لوگوں کے آرٹیکل پڑھے لیکن فہیم خان صاحب تمر گرہ کی وساطت سے متحدہ محاذ کا ڈھانچہ واضح ہونے پر دل نے دعا دی۔ خدا آپ کو اپنے اس نیک مشن میں کامیاب فرمائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کو نقصان غیروں نے نہیں آستین کے سانپ نے دیا ہے۔ مسلم ملت پر حجاج ظالم کا داغ ہے تو میر جعفر اور صادق بھی ہیں۔ جناب من! آپ ملت کی رہنمائی کے لئے علماء' سیاستدانوں اور مذہبی دانشوروں کی ٹیم لے کر جدوجہد کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ یہی حسرتیں سید مودودیؒ' حسن البناء شہید اور حکمت یار کے جہادی' مفکرانہ اور مدبرانہ ذہنوں نے بھی دنیا میں پوری نہیں کیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم مختلف نام ہیں۔ عبدالرحمٰن اور عبداللہ اور نعمت اللہ' اسرار احمد' حسین احمد' اکرم اعوان اور فضل الرحمٰن۔ نام سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہر ایک نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہے۔ تو نام بدلنے کی وجہ سے تنظیموں کی باہمی دشمنی کیوں؟ نام کوئی بھی ہو کام تو دین کا کر رہے ہیں لہٰذا متحد ہو کر تہذیب مغرب کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ قدم بڑھایئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

والسلام

عبداللہ خلیل

چیئرمین مدرسۃ الاصلاح

ضلع دیر صوبہ سرحد

☆ ☆ ☆

محترم المقام جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آداب و تسلیمات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا جواب موصول ہوا تو مجھے محسوس ہوا کہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر بہت کم وقت میں آپ بہت بڑی تحریک اور جدوجہد کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے یقیناً تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان کے پلیٹ فارم سے آپ نے تبلیغ اسلام' احیاءِ دین' بیداری ملت اور اصلاح انسانیت کے لئے بہت بڑا کام کیا ہے۔ آپ کا شائع کردہ اسلامی لٹریچر آج تقریباً پاکستان کے اکثر پڑھے لکھے گھرانوں میں موجود ہے اور ذی شعور مسلمان اس سے رہنمائی حاصل کر رہا ہے۔ وہ لوگ جو مذہبی جماعتوں کی آپس کی لڑائیوں کو تحسین کی نظر سے نہیں دیکھتے' انہوں نے آپ کی تقاریر' خطبات اور لٹریچر سے استفادہ کر کے اسلام اور قرآن کریم کی دعوت کو سمجھنے کی پوری کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر مقام پر آپ کے خاموش معاونین کی بہت بڑی اکثریت موجود ہے اور وقت آنے پر وہ آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے "متحدہ اسلامی انقلابی محاذ" کے دست و بازو بنیں گے۔

محترم ڈاکٹر صاحب! ہماری تنظیم جمہوری انقلاب پارٹی پاکستان تو صاف ستھرے منجھے ہوئے بااصول سیاسی کارکنوں کا ایک انقلابی قافلہ ہے جو کہ ماشاء اللہ اسلامی ذہن رکھنے والے' اسلامی علوم سے بہرہ ور' جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ سب غریب اور متوسط گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی بھی امیر' جاگیردار' سرمایہ دار اور صنعت کار نہیں ہے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے اسلام کی تڑپ سب میں موجود ہے۔ ہم نے ماضی قریب میں تحریک ختم نبوت' تحریک نظام مصطفیٰ اور دیگر دینی تحریکوں میں بہت کام کیا ہے۔ یوں سمجھئے کہ ہم تو فقط سیاسی کارکن ہیں۔ ماضی میں اسلامی تحریکوں کے نام پر بہت دھوکے کھائے ہیں لیکن آپ کی ذات پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اگر محاذ کی صورت میں آپ کی تحریک وجود میں آئی تو ہم مکمل طور پر آپ کے ساتھ ہوں گے۔ دیگر عرض یہ ہے کہ رائے دینے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ اسے اختلاف کا درجہ دے دیں۔ اسلامی نظام کو جاری و ساری کرنے کے لئے تحریک کے ساتھ ساتھ طاقت و اقتدار کا ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ بدی کی قوتیں ہمیشہ نیک لوگوں کے خلاف برسرپیکار رہتی ہیں' وہ مقتدر حلقے جو لبرل ازم اور سیکولرازم کے نام پر ہمیشہ سادہ لوح عوام کو دین سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں' ان کا راستہ روکنے اور انہیں برسر میدان کچلنے کے لئے طاقت و اقتدار کا حصول کوئی بری بات نہیں ہے۔ کیونکہ برائیوں کا سدباب' نیکی کا نفاذ' معاشرے سے ظلم و ستم' جبر و ناانصافی' بے راہ روی' فحاشی و عریانی' غربت و افلاس' جہالت اور بے روزگاری کے خاتمے اور معاشرے میں عدل و انصاف' امن و آشتی اور اسلام کی فیوض و برکات کو پھیلانے کے لئے ایک طاقتور مشینری کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود آپ جو بھی بہتر راستہ اختیار کریں گے ہم آپ کے ساتھ ہوں گے اور ہر لحاظ سے تعاون کریں گے۔ شاید اسی طرح ہماری زندگی کی خواہش (اسلامی شریعت کا نفاذ) پوری ہو جائے اور ہم اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کر کے اپنے لئے کچھ آخرت کا سامان پیدا کر سکیں۔ لیکن پاکستان سے شر فساد' کرپشن' چور بازاری' لوٹ کھسوٹ اور سود کی لعنت کو اقتدار کے بغیر ختم نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ہمارا مطمع نظر متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کے قیام کے ضمن میں آپ نے جو منہاج محمدیؐ کانفرنسوں کا پروگرام بنایا ہے وہ اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے ایک مثبت طریقہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ آپ کو ضرور کامیابی نصیب کرے گا۔

جناب والا! دیگر جہادی تنظیموں سے رابطہ کرنے کی اشد ضرورت ہے' محض تبلیغ اور وعظ و نصیحت سے کام نہیں چلے گا۔ کیونکہ پاکستان کا حکمران طبقہ جو کہ پچاس سال سے اس ملک پر مسلط ہے وہ اسلام کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور موجودہ "شرفاء" تو اسلام کے نام پر اسلام کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہیں اور اس وقت پورے ملک پر جھوٹ' منافقت' ریاکاری' بے حیائی اور بے غیرتی کی حکمرانی قائم ہے اور ملک کے اندر ان قوتوں کے خلاف بھی ہم پر جہاد لازم ہے۔ جہادی تنظیمیں صرف مقبوضہ کشمیر میں ہی نہیں بلکہ ملک کے اندر ظالم و جابر اور دھوکہ باز حکمرانوں کے خلاف بھی جہاد کریں' جو آئے روز شہیدوں کے خون سے غداری کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں اور اکھنڈ بھارت کے پلان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پوری مسلمان قوم کو ہندو لالے کی جھولی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی امت مسلمہ کے خلاف ایک بہت بڑا اقدام ہے' اور اسلام کا راستہ روکنے کا ایک بڑا امریکی پلان ہے۔ اخبارات میں دینی قوتوں' مذہبی جماعتوں' اسلام کے نام لیواؤں اور شمع رسالتؐ کے پروانوں کے نام ایک اشتہار دیجئے کہ اگر وہ اسلام سے مخلص ہیں تو ہمارے ساتھ آئیں یا پھر اتفاق رائے سے کوئی راستہ منتخب کریں' ورنہ اسلام کا نام لینا چھوڑ دیں اس طرح کھرے کھوٹے کی پہچان ہو جائے گی اور منافقت کرنے والے خود ذلیل و رسوا ہوں گے۔ خداوند کریم آپ کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

میاں محمد عارف بھٹی

صدر جمہوری انقلاب پارٹی پاکستان' بہاولنگر

بقیہ : گوشہ خلافت

یزید کی موت کے بعد ربیع الاول ۶۴ھ میں اس کا نوجوان لڑکا معاویہ ثانی تخت نشین ہوا۔ جس کی کل عمر صرف ۲۱ برس تھی۔ وہ نہایت نیک فطرت' بے حرص' دیانتدار اور صالح شخص تھا۔ وہ اکثر بیمار رہتا تھا اسے دنیاوی جاہ و جلال سے کوئی رغبت نہ تھی۔ یزید کے زمانہ میں جو حوادث و واقعات پیش آئے' انہیں دیکھ کر اُس کا دل حکومت و سلطنت سے بھر گیا تھا۔ چنانچہ صرف تین ماہ برسراقتدار رہنے کے بعد اس نے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور اس موقع پر مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی :

"مجھ میں حکومت کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں۔ میں نے چاہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح کسی کو اپنا جانشین نامزد کر دوں مگر مجھے عمر فاروق ؓ جیسا کوئی آدمی نظر نہیں آیا۔ پھر میں نے سوچا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح چھ آدمیوں کی انتخابی کمیٹی بنا دوں جو باہمی مشورے سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لے۔ مگر ویسے چھ آدمی بھی نہ مل سکے۔ لہٰذا تم لوگ جسے چاہو اپنا خلیفہ بنالو"۔ (طبری ج ۷)

حکومت سے دستبرداری کے بعد چند ماہ خانہ نشین رہ کر وہ انتقال کر گیا۔ حضرت امام حسن ؓ کے بعد منصب خلافت سے رضاکارانہ دست برداری کی یہ دوسری مثال تھی۔

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا دورۂ کراچی

قیام پاکستان کے مقاصد کی تکمیل سے مسلسل گریز کے نتیجے میں معاشرے میں معاشی ناہمواری پیدا ہوئی اور محروم اور مراعات یافتہ طبقات وجود میں آئے۔ دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کے بدترین نتائج وطن عزیز میں خود سوزیوں اور خود کشیوں کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس کا ازالہ صرف اور صرف اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے نفاذ ہی سے ہو سکتا ہے۔ ہمارے حکمران اسلام کا نام تو بہت لیتے ہیں لیکن محض اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے نہ کہ اس پر عمل درآمد اور اس کے نظام کے نفاذ کے لئے...

دوسری جانب وہ دینی سیاسی جماعتیں ہیں جو انتخابی سیاست کے ذریعہ اقتدار میں آنے کی بے کار کوشش میں مصروفِ عمل ہیں۔ ایسے میں تنظیم اسلامی ہی وہ واحد انقلابی جماعت ہے جو اقتدار کی کشمکش سے الگ رہ کر معاشرے کے ذہین طبقات کو قرآن کی طرف بلا رہی ہے۔ اسلامی انقلاب کے لئے ایسے ہی ذہین افراد پر مشتمل ایک منظم جمعیت کی ضرورت ہے جو قرآن حکیم کے ذریعہ شعوری ایمان حاصل کریں اور اسی سے ان کے دلوں میں اسلامی انقلاب کی تڑپ پیدا ہو۔ جب ایسے افراد کی ایک معتدبہ تعداد میسر آ جائے، جن کے قلوب نورِ ایمان سے منور ہو چکے ہوں، تو وہ معاشرے میں جاری منکرات کے خاتمہ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔ جس کے نتیجے میں یا تو اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہو جائے گی یا وہ خود شہادت کے درجہ پر فائز ہو کر سرخرو ہو جائیں گے۔ معاشرے کے ذہین افراد معاشرے کے دونوں طبقات میں موجود ہیں اس لئے تنظیم اسلامی کا ہدف دونوں طبقات ہیں۔ کراچی کا کورنگی، اورنگی اور لانڈھی کا علاقہ اگر محروم طبقہ پر مشتمل ہے تو نارتھ ناظم آباد اور گلشن اقبال جیسے علاقے مراعات یافتہ طبقہ کی آبادیاں ہیں۔

گورنمنٹ سیکنڈری ہائی اسکول لانڈھی میں ۶/ فروری کو بعد نماز عشاء جلسہ عام منعقد ہوا۔ اسلام پر مکمل عمل درآمد کے موضوع پر امیر محترم نے لوگوں کی توجہ دین کے اس تقاضے کی طرف دلاتے ہوئے لوگوں کو دعوت اور اقامت دین کی جدوجہد کی طرف متوجہ کیا۔

۷/ فروری صبح دس بجے میٹ ء ٹوینٹ شادی ہال گلشن اقبال میں جلسہ ہوا۔ امیر محترم نے اپنے خطاب میں کہا کہ قیام پاکستان کے مقاصد کی تکمیل سے گریز کے نتیجے میں ملت پاکستان نفاق عملی اور نفاق باہمی کا شکار ہو چکی ہے۔ جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت سے آگے بڑھ کر قتل و قتال ہمارا قومی شعار بن گیا ہے۔ ایک قوم مختلف قومیتوں میں بٹ کر آپس میں سربکریاں ہے۔ تنظیم اسلامی اپنے طور پر وطن عزیز کے مسائل کے حل کیلئے اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی جدوجہد میں مصروف ہے تاہم تیزی سے بگڑتی ہوئی صورتحال کا تقاضا ہے کہ اس کوشش کو تیز تر کیا جائے۔ تمام دینی جماعتیں ایک متحدہ اسلامی محاذ کی شکل میں نبی اکرمؐ کے انقلابی اسوہ کی روشنی میں تمدنی ارتقاء کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مشترکہ لائحہ عمل بنا کر متحدہ جدوجہد کا آغاز کریں جس کا مقصد "حکمران ہٹاؤ" نہیں بلکہ "اسلام لاؤ" ہو۔ اس کیلئے انتخابی سیاست سے کنارہ کشی لازم ہے۔ جلسہ کے اختتام پر دس احباب نے امیر محترم کے دست حق پر بیعت کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ ۸/ فروری کو امیر محترم نے بعض احباب سے انفرادی ملاقاتیں کیں۔

۹/ فروری کو امیر محترم نے دوپہر کے کھانے پر جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی سے ملاقات کی اور بعد نماز مغرب موتمر عالم اسلامی کراچی شاخ کے جنرل سیکرٹری، افضال مبین صاحب کی دعوت پر نارتھ ناظم آباد میں منعقدہ خصوصی نشست کے شرکاء سے خطاب کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب میں ان دشواریوں کا تذکرہ فرمایا جو انفرادی سطح پر اسلامی تعلیمات پر عمل درآمد کی راہ میں پیش آتی ہیں۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست منعقد ہوئی۔ امیر محترم تنظیم کے بزرگ رفیق جناب سراج الحق سید کی عیادت کے لئے ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔

(رپورٹ : محمد سمیع)

دار القرآن وسن پورہ میں دورۂ ترجمۃ القرآن

گزشتہ سال کی طرح اس مرتبہ بھی ناظم حلقہ پنجاب شرقی جناب عبدالرزاق قمر نے صلوٰۃ التراویح کی تکمیل کے بعد مقامی دفتر میں دورۂ ترجمۃ القرآن کا فریضہ ادا کیا۔ اس پروگرام میں شریک خواتین و احباب کی اوسط تعداد پینتیس تھی۔

تاج باغ (مغل پورہ) میں "مطالب القرآن" کا پروگرام

لیل و نہار کی گردش اور ماہ و سال کی ساخت میں رمضان المبارک کے مقدس مہینے کی آمد و رفت یوں تو صدیوں سے جاری ہے۔ یہ سعادت بخش اور فیض رساں "اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ" راحت و رحمت، بخشش و مغفرت اور نجات و برکت کی صورت میں خیر کثیر بکھیرتے آتے اور چلے جاتے ہیں۔

لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ رمضان کی قدر و منزلت کے اصل سبب کی طرف لوگوں کی توجہ کم کم جاتی ہے۔ از روئے قرآن فضیلت رمضان کا حقیقی محرک نزول و تبیین قرآن ہے جو کہ خالق کی جانب سے اشرف المخلوقات کے لئے ہدایت و راہنمائی کا پیغام ہے جو عقائد و افکار، رسم و عبادات، تعلقات و معاملات، معیشت و سیاست غرضیکہ زندگی کے ہر دوراہے پر، تمدن کے ہر پیچ پر، خواہشات نفس کے ہر الجھاؤ پر، نورانی کرنیں بکھیرتا صراط مستقیم کو متمیز و ممتاز کرتا، بندۂ مومن کو حقیقت نفس الامری سے آگہی دلاتا اور رضائے رب پر راضی کرتا منزل پر بخیر و خوبی پہنچانے کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

رمضان اور قرآن کا یہ تعلق اصلاً تقویٰ، تربیت و تزکیہ اور انقیاد و انضباط نفس کی مشقت سے قائم ہوتا اور پروان چڑھتا ہے۔ بایں ہمہ دن کے روزے سے نفس انسانی کو اللہ کا مطیع بنانے کی مشق کرائی جاتی ہے اور راتوں کو قرآن کے ساتھ قیام کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور یوں ظاہر و باطن ہر دو جہاں اس نورانی ماحول سے منور ہو جاتے ہیں۔ لیکن وائے افسوس کہ تن کی دنیا کے یہ راہ و رسم تو باقی ہیں موجود و مشہود ہیں لیکن سراغ حقیقت کی تلاش اور اس سے تعلق مفقود و عنقا ہو چکا ہے۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی تو ہے، مناجات رب سے ناآشنائی ہے، متن و مصحف قرآن سے محبت تو ہے لیکن مطالبات قرآنیہ سے شدید بعد و مغائرت ہے اور یوں ہم "یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے" کا مصداق بن چکے ہیں۔

کل حمد و ثنا اس ذات بے ہمتا اور کل شکر، کل سپاس اس ذات والا کے لئے ہے جس نے اس خود فروشی و خود فراموشی کے دور میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کو عزم و ہمت دے کر اور صلاحیت و استعداد برائے "نفوذ القرآن فی عوام الباکستان" سے مسلح کر کے میدان عمل میں اتارا۔ بالخصوص رمضان کی راتوں میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۃ القرآن کے روح پرور پروگرام کا آغاز محترم ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۸۴ء سے کیا اور اس نسخہ کیمیا سے ماحول کو منور کرنے کی بھرپور سعی و جہد شروع کی جو بحمداللہ اندرون و بیرون ملک تسلسل کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ ان کے ان گنت ہم رکاب رفقاء و احباب قرآنی فیض کو عام کرنے، عوام تک پہنچانے اور قرآنی معاشرہ برپا کرنے کی کد و کاوش میں ان کے شریک و معاون ہیں۔ اس طرح کی ایک نورانی محفل اس بار شمالی لاہور کی ایک جدید بستی تاج باغ میں ماہ مقدس کے دوران برپا رہی۔ علاقے کے اعلیٰ تعلیم یافتہ، آزمودہ کار اور تلاش حقیقت میں سرگرداں افراد نے اپنی باقاعدہ شمولیت سے اس محفل کو آباد کئے رکھا۔

اس محفل کا آغاز ۱۸/ دسمبر کو جلسہ استقبال رمضان کے انعقاد سے ہوا۔ احباب کی بھرپور شرکت نے راقم الحروف کی خوب ہمت بڑھائی۔ دوران رمضان نماز تراویح

میں قرآن کی قراءت اور بعد ازاں اس کے مضامین و مطالب کی وضاحت اور نہایت صائب و مطابق موقع و محل علمی سوالات کے جوابات تک کم و بیش چار گھنٹوں پر محیط یہ پروگرام بحمد اللہ والمنہ راقم الحروف لے کر چلتا رہا۔ اس میں احباب و خواتین نے پوری دلچسپی کے ساتھ شرکت کر کے رفقاءِ اُسرہ بالخصوص میزبان جناب محمد اختر خان کے جذبوں اور ولولوں کو نہ صرف قائم و دائم رکھا بلکہ ان کے ذوق و شوق کو اور مہمیز فراہم کی۔

یہ نورانی ماحول ۲۷ ویں شب تک قائم رہا۔ تاآنکہ اس کی تکمیل اس مبارک رات میں ہوئی جو جمہور علماء و محدثین کے نزدیک شب قدر ہے۔ بہت سے حوصلہ مند احباب و خواتین پوری رات پر محیط قرآنی محفل میں شریک رہے۔ مطالب القرآن کا سلسلہ تکمیل پذیر ہوا۔ شب قدر کی اہمیت و فضیلت پر گفتگو رہی۔ رات ایک بجے نوافل میں تین حفاظ کرام نے سورۃ البقرہ سمیت دس سورتوں کی تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ پونے چار بجے سے ساڑھے چار بجے تک تنظیم اسلامی کی دعوت اور اس میں شمولیت کے تقاضے پر راقم نے کھلے الفاظ میں اپنے جذب و شوق کی وضاحت کی' سحری کے اجتماعی پروگرام اور نماز فجر کی ادائیگی پر یہ سعادت بخش پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

اس سارے پروگرام کی منصوبہ بندی' نشر و اشاعت' ذاتی روابط' ساؤنڈ سسٹم کے اہتمام سمیت دیگر تمام تر لوازمات کی فراہمی میں محمد اختر خان' صاحب خانہ اپنے اہل خانہ اور مقامی ساتھیوں سمیت جس درجہ متحرک' متفکر اور فعال رہے یقیناً وہ نہ صرف رفقائے اُسرہ کی طرف سے بلکہ پوری تنظیم کی جانب سے تشکر و امتنان اور دعاؤں کے مستحق ہیں کہ جن کے جذب و شوق نے علاقہ کے باسیوں کو قرآنی نور سے منور کرنے کی اپنی سی کوشش کر ڈالی۔

ع "اللہ کرے جذب دروں اور زیادہ"۔

(رپورٹ : حافظ محمد اشرف)

اُسرہ رجوع الی القرآن کورس کا دعوتی اجتماع

انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس میں اندرونِ ملک و بیرونِ ملک مختلف علاقوں سے تعلیم یافتہ احباب و رفقاء فہم دین حاصل کرنے کی غرض سے ہر سال قرآن کالج میں داخلہ لیتے ہیں۔ تنظیم اسلامی نے نظم کی سہولت کے لئے اس کورس میں شریک رفقاء کا ایک اُسرہ قائم کر دیا ہے جو براہ راست حلقے سے منسلک ہوتا ہے۔ حالیہ سیشن ۹۹۔۱۹۹۸ء کے اُسرہ کے نقیب آذر بختیار خلجی ہیں۔ یہ اُسرہ اپنی تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ نظم کے تقاضوں کے مطابق ہفتہ وار دعوتی و تنظیمی اجتماعات کے علاوہ ہر جمعرات کو بعد نماز مغرب رفقاء و احباب کے لئے قرآن آڈیٹوریم میں دعوتی پروگرام کا اہتمام کرتا ہے جس میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطابات کی ویڈیو کیسٹ دکھائی جاتی ہے۔ گزشتہ ہفتے تنظیمی و دعوتی اجلاس میں یہ بات سامنے آئی کہ اُسرہ کے ہفتہ وار دعوتی پروگرام میں نئے احباب کی شرکت میں روز بروز کمی آ رہی ہے۔ جس کا سبب اُسرہ ایک سالہ کورس کے رفقاء کی دعوتی کام میں سستی ہے۔ چنانچہ یہ لائحہ عمل طے کیا گیا کہ تمام رفقاء اپنے فارغ اوقات میں اپنے اعزہ و اقرباء' قرآن اکیڈمی و قرآن کالج کے ملازمین اور ہوسٹل میں مقیم طلبہ کے ساتھ ساتھ قرآن کالج کے گرد و نواح میں رہائش پذیر مقامی احباب سے ملاقاتیں کریں گے اور انہیں اپنے دعوتی پروگرام میں شرکت کی دعوت دیں گے۔ اس ضمن میں کالج کے استاد پروفیسر مسعود اقبال اور اسسٹنٹ وارڈن نوید احمد کی وساطت سے قرآن کالج سے ملحقہ مسجد کے نمازیوں سے بھی ملاقاتیں کی گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احباب کی ایک بڑی تعداد نے جمعرات ۴/ فروری ۹۹ء کے دعوتی پروگرام میں شرکت کی۔ جس میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب "کلمہ شہادت کے عملی تقاضے" کی ویڈیو کیسٹ دکھائی گئی۔ (رپورٹ : فرقان دانش خان)

لاہور چھاؤنی کا ماہانہ تنظیمی اجتماع

۲۹/ جنوری ۹۹ء بروز جمعہ تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کا ماہانہ اجتماع جامع مسجد خدام القرآن والٹن میں بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ پروگرام کے آغاز میں منتخب نصاب نمبر ۲ سے سورۃ المجادلہ آیات ۹ تا ۱۱ کا درس جناب محمد مبشر صاحب نے دیا۔ آیت متذکرہ بالا میں نجویٰ پر بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انسانی نفس پر شخصی اطاعت بہت گراں گزرتی ہے اور جب کسی میں نفاق کی یہ بیماری پیدا ہو جائے تو وہ پھر اجتماعیت میں اپنے جیسے مریض ڈھونڈتا ہے اور ان کے ساتھ مل بیٹھ کر اجتماعات میں امیر جماعت اور نظم جماعت کے خلاف سرگوشیاں کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ فعل کسی بھی اجتماعیت کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ایمان بالآخرۃ اور محاسبہ اخروی ہمارے اذہان و قلوب میں مستحضر رہیں تو پھر نظم بالا کی اطاعت آسان ہو گی ورنہ شیطان کی تو یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس طرز عمل سے اہل ایمان کو تکلیف پہنچائے۔

درس کے بعد راقم نے ماہِ دسمبر ۹۸ء کی تنظیمی جائزہ رپورٹ پیش کی۔ آخر میں رفقاء سے رمضان المبارک میں گزارے گئے لمحات بالخصوص طاق راتوں میں' دورۂ ترجمہ قرآن' ذاتی رابطے اور افطاریوں کے حوالے سے تاثرات معلوم کئے گئے جس میں رفقاء نے بھرپور اظہار خیال کیا۔ یوں نماز عشاء کے بعد یہ اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین متین کی سربلندی کی کماحقہ جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (رپورٹ : قرۃ العین)

امیر تنظیم اسلامی راولپنڈی پریس کلب میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے

اُسرہ ایک سالہ کورس کا تفریحی دورہ

ایک سالہ کورس کے شرکاء میں اگرچہ مرد اور خواتین دونوں شامل ہیں' تاہم ۱۳/ فروری ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ کو اس کے مرد شرکاء کے لئے ایک تفریحی دورے کا اہتمام کیا گیا۔ اساتذہ میں جناب محمد رشید ارشد اور ڈاکٹر احمد افضال کے علاوہ نائب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کو بھی (جو قرآن کالج کے ناظم بھی ہیں) تفریحی دورے میں شرکت کے لئے رضامند کیا گیا۔ تمام شرکاء ساڑھے دس بجے قرآن کالج سے روانہ ہوئے۔ حافظ عاکف سعید صاحب کو اپنی دفتری مصروفیات کے باعث کچھ تاخیر سے روانہ ہونا تھا۔ تمام شرکاء ساڑھے گیارہ بجے "سادھوکے" کے ایک قصبہ دراجکے میں واقع "فردوسی فارم" پہنچے جو امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے برادر خورد اقتدار احمد مرحوم کی ملکیت ہے اور ان کے صاحبزادوں کے زیر انتظام ہے۔ اس تفریحی دورے کا اہتمام بھی جناب رشید ارشد نے کیا تھا جو مرحوم اقتدار احمد کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ فارم کے مختلف حصے ہیں ایک حصے میں فش فارم بنایا گیا ہے جبکہ ایک حصہ پولٹری فارم کے لئے مختص ہے۔ فارم کے کچھ حصے پر سبزیاں کاشت کی گئی ہیں۔ فارم میں ایک ریسٹ ہاؤس کے علاوہ سوئمنگ پول بھی موجود ہے۔ ایک چھوٹا سا قطعہ کرکٹ کھیلنے کے لئے رکھا گیا ہے۔ جہاں باقاعدہ پچ بھی موجود ہے۔ شرکاء نے موقع غنیمت جانا اور دو ٹیموں میں تقسیم ہو کر کرکٹ میچ کا آغاز کر دیا۔ دوپہر ایک بجے حافظ عاکف سعید صاحب فارم پر پہنچے تو غیر متوقع طور پر امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بھی ان کے ساتھ تھے۔ تفریحی دورے کے شرکاء امیر محترم کی اچانک آمد پر بہت خوش ہوئے۔ امیر محترم کچھ دیر گراؤنڈ میں موجود رہے۔ نماز ظہر کا وقت ہوا تو کھیل ختم کر کے کھانا کھایا گیا اور نماز ادا کی گئی۔ امیر محترم نے اُسرہ ایک سالہ کورس کے شرکاء سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ اس پروگرام میں میری شرکت پہلے سے طے نہیں تھی لیکن میں کورس کے شرکاء سے اپنی مصروفیات کے باعث کافی عرصے سے ملاقات نہیں کر سکا تھا اس لئے اس موقع کو غنیمت جانا کہ آپ حضرات کا حال احوال معلوم کر لیا جائے۔

شرکاء نے ڈاکٹر صاحب کو ایک سالہ کورس کے دوسرے سمسٹر میں (جو عید الفطر کے بعد شروع ہوا ہے) پڑھائے جانے والے مضامین کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد شرکاء نے دوبارہ کھیل کا آغاز کیا۔ چند اوور ز پر مشتمل یادگار میچ کھیلے۔ ان میچوں کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ حافظ عاکف سعید نے بھی کچھ دیر شرکاء کے ساتھ کرکٹ کھیلی۔ عاکف صاحب اور امیر محترم سہ پہر ڈھلتے ہی واپس چلے گئے جبکہ باقی افراد نماز مغرب ادا کر کے اس تفریحی دورے سے واپس ہوئے۔

(رپورٹ : فرقان دانش خان)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8' شمارہ 8
سالانہ زرتعاون ۔/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

معاونین برائے ادارت:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ فرقان دانش خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

مسلم اُمہ۔ خبروں کے آئینے میں (انتخاب: مرزا ندیم بیگ)

راس الخیمہ میں 63 افراد نے اسلام قبول کر لیا

راس الخیمہ (متحدہ عرب امارات) میں ۶۳ مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ راس الخیمہ کی وزارت عدل و اوقاف کے وزیر محمد خلفان نے وضاحت کی ہے کہ رب تعالیٰ کی ہدایت و توفیق سے یہ لوگ گمراہی اور کفر چھوڑ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ جن ممالک کے لوگوں نے اسلام قبول کیا ان میں فلپائن: دو مرد اور ۱۶ عورتیں' سری لنکا: ایک مرد اور ۲۶ عورتیں' بھارت: پانچ مرد اور دو عورتیں' ازبکستان: دو عورتیں' قازقستان: ایک عورت' امریکہ: ایک مرد' شام: ایک عورت' روس: ایک مرد اور دو عورتیں' موروتا: ایک عورت اور پاکستان: ایک مرد شامل ہیں۔ وزارت اوقاف نے ان نو مسلموں کی تعلیم و تربیت کیلئے بھاری اور خطیر وظائف سے علماء و واعظین کا انتظام کیا ہے جو ان کو دین اسلام کی ابتدائی تعلیمات سے آگاہ کریں گے۔

اسلام کی غلط تصویر پیش کرنے کا ذمہ دار امریکی میڈیا ہے' مارک ٹیلی

مشہور برطانوی صحافی نے کہا ہے کہ اسلام کو آج کی دنیا میں سب سے زیادہ غلط طور پر سمجھا گیا ہے۔ مغربی میڈیا نے اس کی غلط تصویر پیش کی ہے اسے ایک تشدد آمیز مذہب اور دہشت گردی اور تعصب کا مذہب دکھایا گیا ہے۔ اسلامک فاؤنڈیشن لندن میں ایک لیکچر دیتے ہوئے مارک ٹیلی نے کہا ہے کہ اسلام کی برداشت اور تحمل کی قدروں کو بھی غلط طور پر پیش کیا گیا ہے۔

امریکی رسالے "اٹلانٹک" کا قرآن مجید کی صداقت پر حملہ

ایک امریکی رسالے ماہنامہ "اٹلانٹک" نے "وٹ از قرآن" مضمون شائع کیا ہے جس میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ آیا یہ آسمانی کتاب ہے یا نہیں؟۔ مضمون نگار ٹوبی لیسٹر کافی عرصہ یمن میں مقیم رہا ہے' نے اپنے مضمون میں ۱۹۷۲ء میں صنعا (یمن) کی مسجد سے برآمد ہونے والے عربی زبان کے نسخوں کو بنیاد بنایا ہے۔

روسی حکمرانوں نے افغان جنگ سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا' گورباچوف

روسی وزیر اعظم' صدر یلسن کے چیف آف سٹاف اور دیگر اعلیٰ عہدیداروں نے کریملن کے قریب افغان جنگ کے ایک گمنام فوجی کی قبر پر پھول چڑھائے۔ یہ تقریب ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء کو افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی کی یاد میں منعقد کی گئی۔ اس موقع پر ایک بیان میں سابق صدر گورباچوف جنہوں نے افغانستان سے روسی فوج یکطرفہ طور پر واپس بلانے کا فیصلہ کیا تھا ایک بیان میں کہا ہے کہ ان کے جانشین حکمرانوں نے افغانستان کی تلخ جنگ سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ صدر یلسن نے جو بیماری کے باعث پھول چڑھانے کی تقریب میں شریک نہیں ہوئے ایک پیغام میں کہا کہ روس نے اپنے فرزندوں کو فراموش نہیں کیا۔ ادھر گورباچوف نے کہا کہ ۹۵-۱۹۹۴ء میں چیچنیا میں باغیوں کے خلاف ناکام فوجی کارروائیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یلسن اور ان کی انتظامیہ فوجی طاقت کی حدود کو دیکھنے میں ناکام رہی ہے۔

اِن شاءاللہ بروز اتوار ۲۸/ فروری ساڑھے نو بجے صبح
تنظیم اسلامی صوبہ سرحد کے زیر اہتمام نشتر ہال' پشاور میں دوسری عظیم الشان

منہاج محمدیؐ کانفرنس

منعقد ہوگی۔ جس میں حسب ذیل زُعمائے ملت خطاب فرمائیں گے:

۱ مولانا صوفی محمدؐ' امیر تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ مالاکنڈ
۲ مولانا محمد طیب' امیر جمعیت اشاعت التوحید والسنہ
۳ مولانا سمیع الحق' امیر جمعیت العلماء اسلام (س)
۴ مولانا گوہر رحمٰن' مہتمم و بانی دار العلوم تفہیم القرآن
۵ حکیم عبدالوحید' نائب امیر جماعت اسلامی صوبہ سرحد
۶ قاری محبوب الرحمٰن قریشی' جے یو آئی' صوبہ سرحد

زیر صدارت: ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی

المعلن: میجر (ر) فتح محمد' امیر تنظیم اسلامی صوبہ سرحد (فون: 091-214495)